مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی حبیب الرحمٰن

ہزارہ حریت و آزادی کے فدا کاروں، حقیقت پسندوں، جرأت مند فرزندوں، فدایانِ اسلام اور ناموسِ رسالتؐ پر کٹ مرنے والے شہدائے بالاکوٹ کی مقدس سرزمین ہے۔ اس علاقہ کے لوگوں کی اسلام سے محبت، سامراج سے نفرت، بہادری و جاں نثاری اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہاں ایسے علماء ربانیین کا پیدا ہونا ہے جو علم و عمل کے آسمان پر ستارے بن کر چمکے، جن کے اثرات عام معاشرے میں دکھائی دے رہے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف دینی قیادت کی شمع روشن کی تو دوسری طرف اسلامی سیاست کا پرچم تھاما اور اپنے تن من دھن کی قربانیاں دے کر ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی مثال رہتی دنیا تک کوئی نہیں دے سکتا۔ ان ہی علماء کی وجہ سے ہندوستان کے اُفق پر ابھرنے والی آزادی کی تحریکوں کا تاریخی اور قدیمی رشتہ اس علاقہ سے ہے۔ یہی علماء تھے جنہوں نے ہزارہ میں حریتِ فکر کو بیدار کر کے مسلمانوں کو ایک غیرت مند قوم کے طور پر زندہ کیا، یہی وجہ ہے کہ ہزارہ کے عوام کا برٹش استعمار کے خلاف مجاہدانہ اور سرفروشانہ کردار ناقابل فراموش ہے۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کو ختم کرنے میں انگریزوں کو سب سے بڑا خطرہ اس علاقہ کے لوگوں سے تھا اور انہیں اپنے راستے میں حائل سمجھتے تھے، اس لیے انہوں نے دہلی پر قبضہ کرنے سے قبل اس علاقہ کو قبضہ کرنے کو فوقیت دی، تاکہ ان لوگوں کی جانب سے انگریزوں کے خلاف بغاوت کے راستے مسدود ہو جائیں۔ اس علاقہ کے لوگوں میں عمل بالشریعت، دینی اور ملی غیرت دیگر علاقوں کے مقابلے میں زیادہ ہونا بھی ان ہی علماء کے مرہون منت ہے۔ الغرض برصغیر کی آزادی کی تاریخ میں ہزارہ کے سپوتوں کا کردار ایک روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ تحریک مجاہدین، یاغستانی جہاد کا تذکرہ ہو، تحریک ترکِ موالات یا تحریک خلافت یا تحریک شیخ الہندؒ کی داستان ہو، تاریخ کا طالب علم ہزارہ کے ان عظیم سپوتوں کے کارناموں سے قطعاً صرف نظر نہیں کر سکے گا۔ ہمیں اپنے ان اکابر کے کارناموں پر فخر ہے جو کردار کی دنیا میں جبل عظیم تھے۔

با آں گروہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید کہ ہر کجا ہستند

ہزارہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں کثیر تعداد میں علماءؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے اور آزادی کی تحریکوں میں علماء دیوبند کا کردار ہماری تاریخ کا روشن باب ہے۔ انگریزوں کے خلاف تحریک انہی پرعزم لوگوں نے شروع کی تھی، اس ادارے کے ایک ایک فرد نے تحریک کی صورت اختیار کی، دیوبند کا فاضل جب کسی علاقے میں جاتا تو انگریز اس علاقہ کے جاگیردار کو مراعات سے نواز کر اس عالم کی تحریک کو رکواتا تھا اور اس کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے کے لیے ایک ملازم رکھتا۔ انہی متحرک اور فعال بزرگوں میں سے ایک مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ تھے۔

جون ۱۸۹۶ء کو بفہ پکھل ہزارہ کی مردم خیز اور زرخیز سرزمین میں حکیم سید گلؒ کے ہاں پیدا ہونے والے اس بچے نے ابتدائی تعلیم اپنے مذہبی گھرانے سے حاصل کی۔ ان کے والد اسکول کے استاد تھے۔ ۱۹۰۶ء میں پرائمری سکول گیدڑ پور سے پرائمری کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے حکومت کی جانب سے ۲ روپے ماہانہ وظیفہ کے حق دار قرار پائے۔ ۱۹۱۰ء میں بفہ سے مڈل کے امتحان میں اول آئے تو اس وقت کے انسپکٹر مدارس پشاور مرزا علی محمد خان ان کی ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر مولانا کے والد کو انگریزی کی تعلیم پڑھانے کی ترغیب دی، لیکن مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کے والد نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انگریزی تعلیم حاصل کرے اور میری وفات کے بعد میری قبر پر پتلون اور ٹائی پہن کر کھڑا ہو اور فاتحہ تک نہ پڑھ سکے تو ایسی تعلیم میرے کس کام کی؟ مولانا کے والد نے فرمایا: درانتی اگر تیز ہو تو اس کے بجائے کہ گھاس کاٹی جائے، گنا کیوں نہ کاٹیں؟ والد صاحب کے اس فیصلے نے اس کی زندگی پر دوررس نتائج مرتب کیے، اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت بڑا کام لینا تھا، اس لیے وہ انگریزی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور اس طرح انہیں دارالعلوم دیوبند کے استاد کل مولانا غلام رسول خان بفوی رحمہ اللہ کے ساتھ دیوبند بھیج دیا گیا۔ (مولانا غلام رسول خان بفوی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے جو مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور دیگر کئی نامور علماء کے استاد تھے) دارالعلوم دیوبند میں آپ نے مولانا غلام رسول بفویؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور دیگر کئی اساتذہ سے استفادہ حاصل کیا، جب کہ مفتی محمد شفیعؒ، قاری محمد طیبؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ ان کے ہمدرس تھے۔

۱۹۱۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جمعیت علماء ہند میں شمولیت اختیار کی اور اس کی ذیلی تنظیم جمعیت طلباء کی بنیاد ڈالی جس کے صدر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور جنرل سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ منتخب ہوئے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے پورے

ہندوستان کا دورہ کرکے جمعیت علماء ہند کے مقاصد کو عام کیا۔ اسی عرصہ میں ترکی کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی قیادت میں طلباء نے ہندوستان بھر میں اس طرح جدوجہد کی کہ لندن ٹائمز چیخ اٹھا کہ: ''دیوبند کے ہزاروں مولوی ابابیلوں کی طرح انگریز حکومت کے لیے خطرہ بن گئے۔''

۱۹۲۰ء میں مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس (نائب مدرس) مقرر کردیا گیا اور دو سال تک مولانا نے تمام خدمات دیوبند میں بغیر تنخواہ کے سرانجام دیں، اس دوران انہوں نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۲۲ء میں حیدرآباد دکن گئے اور وہاں چار سال تک بدعات کے خلاف بڑا کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں اپنے وطن واپس آکر انجمن اصلاح الرسوم بفہ کے نام سے ایک سماجی اور دینی تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کا مقصد لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کرانا اور بدعات سے روکنا تھا اور اس کے ساتھ سیاسی پلیٹ فارم پر جمعیت علماء ہند میں نہایت فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۳۵ء میں مجلس احرار اسلام میں شمولیت اختیار کی اور احرار صوبہ سرحد کے صدر منتخب ہوئے اور اس پلیٹ فارم پر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، حکیم عبدالسلام ہزارویؒ اور دیگر اکابرین سے مل کر برصغیر کی آزادی اور قادیانیوں کے خلاف قائدانہ کردار ادا کیا۔ کئی دفعہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

جب پاکستان آزاد ہوا، مجلس احرار اسلام نے فیصلہ کیا کہ قادیانیوں کے خلاف مجلس تحفظ ختم نبوت کے سٹیج سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف چلنے والی تحریک میں بھی گرم جوشی سے حصہ لیا، دس ماہ تک روپوش رہے اور اس دوران خفیہ طور پر مرزائیوں کے خلاف خوب کام کیا۔ اس وقت کے سیکرٹری دفاع نے حکم دیا تھا کہ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ جہاں کہیں ملیں گولی ماردی جائے۔ اس دوران ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا، لیکن روپوشی کی وجہ سے والدہ کے جنازے میں شرکت نہ کرسکے۔

۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کی تنظیم نو کے سلسلے میں ملتان میں پانچ سو جید علماء کا اجلاس ہوا۔ مولانا خیر محمد رحمہ اللہ اور مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اس مرحلے پر سرگرم عمل رہے۔ اور یوں اس وقت جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ قرار پائے، جبکہ انہوں نے مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی نظامت کی شرط پر یہ عہدہ قبول فرمایا۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے اس جوہر قابل کو پہچان لیا تھا۔ اس لیے ان پر اعتماد کیا اور پھر دنیا جانتی ہے کہ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے حضرت الامیر کے اعتماد کی لاج کس طرح رکھی۔ گلی گلی، قریہ قریہ پھر کر جمعیت کو منظم کیا۔ یہاں سے جمعیت ایک منظم پارٹی کی صورت میں ابھرتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں جمعیت کا کوئی دفتر نہیں تھا، مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے

مستحکم بنیادوں پر پارٹی کو منظم کیا، بیرون دہلی دروازہ لاہور میں ایک چھوٹے سے کمرے میں مستقل مرکزی دفتر بھی قائم کرلیا اور بڑے بڑے شہروں میں دفاتر کھول کر کام شروع کردیا، چنانچہ دو ہی ماہ میں جمعیت علماء اسلام کی سینکڑوں شاخیں بن گئیں اور دو ہزار سے زائد دفاتر قائم ہوئے۔

جمعیت نے ''ترجمان اسلام'' کے نام سے اپنا جماعتی آرگن کا اجراء کیا، جس کے ایڈیٹر خود مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ تھے۔ ''ترجمان اسلام'' نے مذہبی تبلیغ کے ساتھ سیاسی نظریات بڑے احسن انداز میں لوگوں تک پہنچائے اور یہ سب کچھ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی باصلاحیت شخصیت کے طفیل ممکن ہوا۔ اگر سکندر مرزا ۱۹۵۸ء کا مارشل لاء نہ لگاتا تو ۱۹۵۹ء میں ہونے والے انتخابات میں صورت مختلف ہوتی اور جمعیت ایک بڑی طاقت کے طور پر ابھرتی۔ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے ایوانِ سیاست میں مغربی جمہوریت کی منافقانہ سیاست کا پردہ چاک کر کے ان کی مردم کش پالیسیوں کو بے نقاب کیا اور پاکستانی عوام کو اسلامی سیاست سے آشنا کردیا۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۷۰ء تک جمعیت علماء اسلام نے مولانا ہزاروی رحمہ اللہ کی قیادت میں قد کاٹھ کے حوالے سے جنگ لڑی اور اس بوڑھے نے جمعیت کو اس مقام تک پہنچادیا کہ بہت سی جماعتیں صدمے سے دوچار ہوئیں۔ بقول مولانا سعید الرحمٰن مولانا ہزاروی رحمہ اللہ وہ شخصیت تھے جس نے اپنی بوڑھی ہڈیوں کو پگھلا کر مسلم لیگ زدہ معاشرے میں علماء کا وقار بلند کیا اور جمعیت علماء اسلام کو پورے ملک میں منظم کرکے بابائے جمعیت قرار پائے۔

ایوبی مارشل لاء میں جب تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگائی گئی تو جمعیت علماء اسلام نے نظام العلماء کے پلیٹ فارم سے مارشل لاء کے خلاف جدوجہد کی۔ ۲۳ اگست ۱۹۶۰ء کو مولانا نظر بند کیے گئے اور ترجمان اسلام کا ڈیکلیریشن منسوخ ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے جنرل ایوب کے بی ڈی نظام کے تحت صوبائی اسمبلی کے حلقہ پی ایف ۳۳ ہزارہ سے حصہ لیا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ اس دوران مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے عائلی قوانین کو خلاف اسلام قرار دے کر اس کی منسوخی کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ اسمبلی میں عائلی قوانین کے خلاف معرکۃ الآراء اور مدلل تقریر کی جس پر ماسوائے تین ارکان اسمبلی کے تمام اراکین نے عائلی قوانین کے خلاف ووٹ دے کر اس کی منسوخی کا مطالبہ کردیا۔ اس کے علاوہ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے صوبائی اسمبلی سے عورتوں کی شرعی میراث کا حق قانونی طور پر منظور کروایا۔ سرکاری زبان اردو رائج کرنے، عصمت فروشی کے اڈے ختم کرنے اور محکمہ تعلیم کے اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافے کے مطالبات حکومت سے تسلیم کروائے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور مقامی جاگیرداروں، خوانین کے مقابلے میں شاندار کامیابی حاصل کی، مولانا ہزاروی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین کی محنت سے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء اسلام تیسری بڑی سیاسی قوت کے طور پر ابھری۔ مولانا ہزاروی رحمہ اللہ نے

اپنی ذہانت، معاملہ فہمی اور اہلیت کی بنیاد پر علماء کو ملکی سیاست میں اعلیٰ مقام دیا، انہوں نے اسمبلی کے اندر اور باہر جو خدمات سرانجام دیں، وہ صدیوں تک مشعلِ راہ ہوں گی۔

مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ممبر قومی اسمبلی مرزائیوں کے محضر نامے کا دو سو ساٹھ صفحات پر مشتمل جواب محضر نامہ چار دن میں تیار کر کے اسمبلی میں پیش کیا اور قادیانیوں کے تمام سوالات کا مدلل انداز میں جواب دیا۔ پھر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے ملاقات کر کے اُنہیں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر آمادہ کیا۔ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آئین میں صدر کے لیے مسلمان ہونے کی شرط رکھی۔ سود کے خاتمے اور دینی مدارس کے تحفظ کے لیے آواز اٹھائی۔ جون ۱۹۷۴ء کے بجٹ اجلاس ہزارہ یونیورسٹی بمقام ڈھوڈیال قرارداد پیش کی، جبکہ مانسہرہ کے لئے سوئی گیس کی فراہمی، ہزارہ میں کارخانوں کے قیام، زراعت کی ترقی کے لیے اقدامات خصوصاً اری گیشن چینلز کے ذریعے آب پاشی کے نظام کا مطالبہ کیا۔

مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کی نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ ان کی ہمہ خدمات' تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ انہوں نے ہر میدان میں اپنے لیے ایک نمایاں مقام بنایا۔ کارزارِ سیاست میں دیکھیں تو اپنی عمر کا اکثر حصہ اس جدوجہد میں نظر آتا ہے۔ آئین سازی کے مرحلوں میں دینی تعلیمات سے کام لیا۔ امت مسلمہ کے لئے ایک صدی سے دردِسر بننے والا مسئلہ قادیانیت حل کروا کر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ تصنیف و تالیف کو دیکھئے تو ترجمانِ اسلام کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے اداریوں کے ذریعے ان کے کارہائے نمایاں ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک شخصیت ہی نہیں، بلکہ ایک تحریک تھے۔ ایثار و استقلال کا افسانہ، جرأت وشجاعت کا ایک دور، طاغوتی قوتوں کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار، حرکت وعمل کا نمونہ، اپنی زندگی میں نہ کبھی جھکے اور نہ بکے، ایک زندہ دلی کامل اور وقت کے ابوذرؓ تھے۔ ان کی خودداری اور قناعت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ جمعیت کو پورے ملک میں منظم کر کے سوئے ہوئے علماء کو بیدار کیا۔ سیاسی داؤ پیچ خوب سمجھتے تھے۔ حریف سے آگے بڑھ کر مقابلہ کرتے اور مقابلے میں آخر تک ڈٹے رہتے، حریف جس راستے پر جاتا اسے ادھر سے روکتے تھے۔ کچھ شک نہیں کہ بڑا جانباز، سرفروش، بہادر، ایثار پسند، غریب مزاج اور پختہ کردار کا انسان تھا، جس نے اپنی زندگی میں خوب شہرت اور مقبولیت پائی اور حقیقی مقبولیت تو اللہ کے ہاں ہے، جس سے یقین ہے ہمارے مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب حصہ پایا ہوگا۔ آخر چار فروری ۱۹۸۱ء کو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے، لیکن ان کی جدوجہد آزادی، دین اسلام کی خاطر قربانیاں آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را